Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

رسالہ ”راوی“ کے پنجابی خصوصی شمارے اور گوشے

PUNJABI SPECIAL ISSUES AND SECTIONS OF "THE RAVI" MAGAZINE

واصف لطیف، لیکچرر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

ڈاکٹر افتخار احمد سلہری، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract

Journals of educational institutions and organizations are called literary magazines in which editorials, poetry and prose writings are published. In addition to the usual publications of magazines and journals, sometimes special issues/ numbers and special sections are also published which consist of single topic or personality. "The Ravi" is a literary magazine of Government College, Lahore which was started in the year 1906. This magazine is being published continuously in English, Urdu, Hindi, Punjabi Persian script and Gurmukhi. In addition to the regular publication, many special issues and sections of it were also published in Urdu, English and Punjabi languages which are of great importance.

The first forty-five issues of "The Ravi" were normal, while the 46th special issue was a Punjabi issue which was published in May 1912 under the title "May di Ravi". Importantly, this was the first special issue in any language and this is no less than an honor for Punjabi language and literature. A total of ten special issues/ numbers and five sections of "The Ravi" have been published in different periods. This research paper presents a critical review of special ten issues/numbers and five special sections.

Keywords: "The Ravi", literary magazine, Journals, Government College Lahore, English, Urdu, Hindi, Punjabi Persian script, Gurmukhi,

رسائل وجرائد اور میگزین خواہ نجی ہوں یا سرکاری، ذاتی ہوں یا اداروں کے نمائندہ، عام طور پر ہفت روزہ، پندرہ روزہ، مہینہ وار، دوماہی، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ ہوتے ہیں۔ ان کی بروقت اور باقاعدگی سے اشاعت کی بدولت رسالے کا معیار و مقام متعین ہوتا ہے۔ منظور شدہ سائل و جرائد بروقت شائع نہ ہوں تو اُن کی رجسٹریشن کینسل کر دی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں اور تنظیموں کے رسائل و جرائد ادبی کہلاتے ہیں جن میں اداریہ، منظومات اور نثری تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ رسائل و جرائد کی معمول کی اشاعت سے ہٹ کر بعض اوقات ان کے خصوصی الگ شمارے، خصوصی نمبرز اور خصوصی گوشے بھی شائع کیے جاتے ہیں جو کسی ایک موضوع یا شخصیت کا احاطہ کرتے ہیں۔ اُردو میں خصوصی شمارے شائع کرنے کی روایت کا آغاز بحوالہ ڈاکٹر محمد ہارون عثمانی ”مخزن“ سے ہوا جب دسمبر ۱۹۰۲ء میں مخزن نے ”دربار نمبر“ نکالا۔ یہ نمبر ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی کی تقریب کے موقع پر شائع ہوا اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا۔ اب تک کئی رسائل و جرائد کے ضخیم نمبرز اور گوشہ جات طبع ہو چکے ہیں جو اپنے طور پر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

رسالہ ”راوی“ گورنمنٹ کالج، لاہور کا ادبی رسالہ ہے جس کا آغاز ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ ابتدأ یہ رسالہ صرف انگریزی زبان میں شائع ہونا شروع ہوا مگر جلد ہی بالترتیب اس میں پنجابی، اُردو، ہندی اور گورمکھی زبانوں کی اشاعت بھی شروع ہو گئی۔ قیام پاکستان کے بعد ہندی اور گورمکھی اشاعت ختم کر دی گئی لیکن انگریزی، اُردو اور پنجابی زبانیں تاحال تسلسل سے طبع ہو رہی ہیں۔ رسالہ ”راوی“ کی معمول کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اُردو، انگریزی اور پنجابی زبانوں میں اس کے کئی خاص شمارے اور گوشے بھی شائع ہوئے جو نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

رسالہ ”راوی“ شمارہ اول تا پنتالیس (۱ تا ۴۵) عام معمول کے شمارے تھے جبکہ ۴۶واں شمارہ خصوصی پنجابی نمبر تھا جو ”مئی دی راوی“ کے عنوان سے مئی ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ اہم بات یہ کہ یہ کسی بھی زبان میں سب سے پہلا خصوصی شمارہ تھا جو ایک ہی موضوع یعنی لوک گیتوں کے انتخاب پر مشتمل تھا اور یہ بات پنجابی زبان کے لیے

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اعزاز سے کم نہیں۔ بعد ازاں اُردو، انگریزی اور پنجابی کے بہت سے خصوصی شمارے، نمبرز اور گوشے مختلف موضوعات و شخصیات کے حوالے سے شائع ہوتے رہے۔ گورنمنٹ کالج، لاہور کی سلور جوبلی، گولڈن جوبلی، ڈائمنڈ جوبلی، سو سالہ جشن، ایک سو پچیس سالہ جشن اور ایک سو پچاس سالہ جشن کے موقع پر بھی نئی اشاعت کے ساتھ کچھ حصہ یا مکمل شمارہ سابقہ ''راوی'' سے انتخاب کر کے دوبارہ شائع کیا جاتا۔ ''راوی'' سے نظم و نثر کے انتخاب کی کئی کتب بھی شائع ہوئیں جن میں دو پنجابی کتب ''راوی دِیاں چھلّاں'' (۱) از نصیر ملکی (انتخاب نظم و نثر ۱۹۶۴ء) اور ''راوی رنگ'' (۲) از محمد عباس نجمی (انتخاب شاعری ۱۹۸۹ء) بھی شامل ہیں۔ رسالہ ''راوی کے خصوصی شمارے اور گوشے جو مختلف ادوار میں شائع ہوئے اُن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

نمبر	خصوصی شمارہ/گوشہ	تاریخ	رسم الخط	مدیر	صفحات
۱۔	مئی دی راوی	مئی ۱۹۱۲ء	فارسی رسم الخط	سیّد ذوالفقار الدین	۴۰
۲۔	پنجابی نمبر	جنوری، فروری ۱۹۲۵ء	گورمکھی / فارسی رسم الخط	شیر سنگھ گیانی	۷+۱۱
۳۔	کوِتا نمبر	فروری ۱۹۳۱ء	فارسی رسم الخط	کیسر سنگھ کنول	۱۲
۴۔	ساون نمبر	اکتوبر ۱۹۴۰ء	گورمکھی	ستنام سنگھ ہتکاری	۱۸
۵۔	نانک نمبر	نومبر ۱۹۴۰ء	گورمکھی / فارسی رسم الخط	ستنام سنگھ ہتکاری	۱۶+۸
۶۔	سوندھی نمبر	نومبر، دسمبر ۱۹۴۵ء	گورمکھی / فارسی رسم الخط	گوراندر جیت سنگھ	۱۰+۷
۷۔	پنجابی (الگ شمارہ)	اپریل ۱۹۷۱ء	فارسی رسم الخط	مشتاق صوفی	۷۹
۸۔	پنجابی (الگ شمارہ)	اپریل ۱۹۷۲ء	فارسی رسم الخط	مجید شیخ	۵۲
۹۔	پنجابی (الگ شمارہ)	مئی ۱۹۷۳ء	فارسی رسم الخط	عبدالمجید شیخ	۵۱
۱۰۔	قائد اعظم نمبر	دسمبر ۱۹۷۶ء	فارسی رسم الخط	زاہد کامران	۸۱
۱۱۔	گوشہ احمد راہی	ستمبر ۲۰۰۲ء	فارسی رسم الخط	ندارد	۱۵
۱۲۔	گوشہ شریف کنجاہی	ستمبر ۲۰۰۳ء	فارسی رسم الخط	ندارد	۸
۱۳۔	گوشہ نجم حسین سیّد	۲۰۰۴ء	فارسی رسم الخط	ندارد	۱۱
۱۴۔	گوشہ شریف کنجاہی	۲۰۰۷ء	فارسی رسم الخط	ندارد	۱۱
۱۵۔	گوشہ محمد عباس نجمی	۲۰۱۲ء	فارسی رسم الخط	ندارد	۲۱

۱۔ راوی کے خصوصی شمارے:

رسالہ ''راوی'' شمارہ ۶ مئی ۱۹۱۲ء کو ''مئی دی راوی'' کے نام سے شائع ہوا۔ ۴۰ صفحات کا یہ شمارہ غیر مطبوعہ پنجابی لوک گیتوں پر مشتمل ہے جو بطورِ خاص ''راوی'' کی اشاعت کے لیے اکٹھے کیے گئے تھے۔ یہ شمارہ نہ صرف پنجابی (فارسی رسم الخط) کا پہلا مکمل الگ نمبر تھا بلکہ ''راوی'' میں شامل کسی بھی زبان (انگریزی، اُردو، ہندی) کا بھی پہلا خصوصی نمبر ہے۔ کھوجکار کا نام بالک رام گوہل تھا جس نے امر تسر، ملتان، لائل پور، لاہور اور ہوشیار پور کے اضلاع سے یہ گیت اکٹھے کیے۔ مارچ ۱۹۱۲ء میں ان گیتوں کی اہمیت اور اشاعت کی بابت ایڈیٹر رقمطراز ہیں:

"We have received about one hundred Punjabi songs and ballads hitherto unpublished from L.Balak Ram Gohl who collected them, mainly during the last long vacation, from villages in the Amritsar, Multan, Lyallpur, Lahore and Hoshiarpur districts. It is intended to publish them as a supplementary

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

number to the Ravi in the near future, and the collection should form a valuable addition to those already known to the public."(3)

" مئی دی راوی" کی اشاعت پر لالہ بالک رام کو خصوصی انعام سے نوازا گیا تھا۔ شمارے میں پنجابی گیت کے عنوان سے سیریل نمبر ا سے ۱۳ تک بابل بیٹی کے گیت، سہاگ اور گھوڑیاں جیسے شادی بیاہ کے گیت شامل ہیں۔ باپ بیٹی کا رشتہ فطری محبت پر مبنی ہے۔ اس محبت کی وجہ یہ بھی ہے کہ بیٹیاں بابل کا گھر چھوڑ کر سسرال چلی جاتی ہیں اور پیدا کر کے پال پوس کر اپنے ہاتھوں رخصت کرنا واقعی ای مشکل کام ہے۔ جب رخصتی کے دن قریب آتے ہیں تو بیٹی اداس رہنے لگتی ہے۔ اُسے جہاں پیا گھر سدھارنے کی خوشی ہوتی ہے وہیں سہیلیوں اور ماں باپ سے جدائی کا خوف بھی پریشان کرتا ہے۔ ملے جلے احساس کا لوک گیت ملاحظہ کریں:

بابے دی میں لاڈلی، دادی دِتڑا دُور
بابا دھرم کریندیا، مینوں رکھ لَے اج دی رین
باراں برساں رکھ کے مینوں، اِک نہ رکھی رین
ماں دی مَیں لاڈلی، مینوں پیو دِتڑا دُور (۴)

"سٹھنیاں" کے عنوان سے کچھ لوک گیت شامل ہیں۔ سٹھنیاں وہ طنزیہ گیت ہیں جو شادی بیاہ کے موقعوں پر گائے جاتے ہیں۔ پھر "منگل" کے عنوان سے طویل گیت شامل ہے۔ صفحہ ۲۷۰ سے الگ الگ عنوانات کے تحت شادی بیاہ کی مختلف رسموں کے گیت شامل ہیں جیسے "چرخہ"، "گھوڑی"، "کھارا"، "کپڑے پہننا"، "پانی وارنا"، "بیدی کے سمے کا راگ"، "لاماں"، "بیاہ کے سمے کا راگ"، "برموقعہ ڈولا"، "رِیتاں (رسماں) منڈن اور بیاہ پر"، "لڑکے کی شادی پر"، "لڑکی کو ودیا کرنے کے وقت"، "بہن کو بلایا گیا" اور "لاگی" وغیرہ۔

ان لوک گیتوں میں شادی بیاہ کی رسموں کے ساتھ رشتے ناطوں کا ذکر اور پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ "چرخہ" پنجابی شاعری کی صنف بھی ہے جو شاید انہی لوک گیتوں سے وجود میں آئی۔ چرخہ گیت میں گھریلو رشتوں ناطوں کا ذکر ملاحظہ کریں:

چرخہ تاں میرا گھاڑو جی گھڑیا، وچ سونے دِیاں میکھاں جی
میکھاں چیکھاں دُور کراں مَیں، بھائیاں دا مُونہہ دیکھاں جی
بھائی تاں میرے کابل چلّے، مَیں بھی تاں کابل دیکھاں جی
کابلندوں چیجاں اُڑیاں، ماگھاں تے مرگھابیاں جی
کھان پین نوں گری چھوہارے، پہنن نوں دریائیاں جی
اگلے تاں اندر پٹوا پٹ دا، تاڑو تاڑ مچائیاں جی (۵)

چرخے کے بعد تیل چڑھانے کے گیت ہیں۔ پھر لڑکے کی شادی کے موقع پر "کھارا"، "کپڑے پہننا"، "واگ پھڑائی" اور "سرمہ پوائی" جیسے گیت ہیں جو روانگیٔ بارات کے موقعہ پر گا کر لاگ وصول کیے جاتے ہیں۔ واگ پھڑائی گیت میں بہن کی طرف سے لاگ کا تقاضہ کیا جارہا ہے:

جے بھین پھڑی او ری باگ، پنج روپے بھین دا لاگ
جے بھین پھڑی او ری باگ، بُوری جھوَٹی بھین دا لاگ (٦)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بارات لڑکی والوں کے گھر پہنچتی ہے تو باراتیوں کی خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ نکاح یا لاواں پھیروں کے بعد رخصتی ہوتی ہے۔ کہار ڈولی اُٹھا کر لڑکی کو سسرال پہنچاتے ہیں۔ ڈولی گیت میں کہار کے لاگ کا ذکر دیکھیں:

ڈولے دا مُونہہ کھول، مہاراج کہارا
ڈولے دا مُونہہ بھیڑا، وے مہاراج کہارا
وچ ہے ساڈا ہیرا، وے مہاراج کہارا
ڈولے دا مُونہہ اُچّا، وچ ہے سُچّا موتی
لَے لئو اپنا لاگ، وے مہاراج کہارو
دے دیو ساڈا مال، وے مہارا کہارو (۷)

ڈولی گھر پہنچتی ہے۔ لڑکے کی ماں پانی وارتی ہے۔ لڑکیاں، عورتیں چاؤ میں گیت گاتی اور گدھے ڈالتی ہیں۔ دیگر رسمیں ہوتی ہیں اور یوں شادی کی تقریبات مکمل ہوتی ہیں۔ بھائی کے گھر بچے کی پیدائش پر بہن کو بلایا جاتا ہے۔ بہن مبارکباد دیتی اور بھائی سے لاگ لیتی ہے۔ مختصر یہ کہ لوک گیتوں میں پیدائش سے لے کر زندگی کے ہر ہر موقعے کی جھلک موجود ہے۔ یہ لوک گیت ہماری تاریخ و تہذیب کے نمائندہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ راوی میں اُنھیں محفوظ کرنے کی خاطر شائع کیا گیا۔ بلاشبہ لوک گیتوں کا یہ نمبر ہمیں ایک صدی قبل کی تہذیب و ثقافت، رشتوں ناطوں اور شادی بیاہ کی رسموں کا پتہ دیتا ہے۔ اس خصوصی شمارے کی بدولت پنجابی لوک ادب محفوظ ہو گیا۔

''راوی'' حصہ پنجابی کا ''پنجابی نمبر'' جنوری، فروری ۱۹۲۵ء میں گورمکھی اور فارسی رسم الخط میں شائع ہوا۔ گورمکھی ۱۱ اور فارسی رسم الخط کے ۷ صفحات اسی شمارے میں پہلی بار اکٹھے شائع ہوئے۔ مینجر ''راوی'' جناب فرتھ صاحب کے کہنے پر اعلان کیا گیا تھا کہ یہ شمارہ ''پنجابی نمبر'' ہو گا لیکن فارسی رسم الخط میں صرف ایک ہی مضمون ''فضل شاہ دی سوہنی مہینوال'' موصول ہوا۔ لہٰذا اُردو حصہ شامل کر کے شمارے کو گنگا جمنی بنا کر مکمل کرنا پڑا۔ مدیر شیر سنگھ گیانی تھے جن کا نام انگریزی، اُردو اور ہندی مدیران کے ساتھ انگریزی سرورق پر درج ہے۔ الگ پنجابی مدیر ہونے کے باوجود اس شمارے میں اداریہ نہیں ہے۔

''پنجابی نمبر'' کی پہلی گورمکھی تحریر ''ماں تے پتر'' (پچھوں توں اگے) ہے جو دراصل سابقہ شمارے میں شائع ہوئی کہانی کی دوسری قسط ہے۔ شیر سنگھ گیانی کی یہ افسانوی تحریر مادری زبان کی محبت اور ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ بعد ازاں ایک نظم ''ہے کِوتے! کتھے وسدی ایں'' پھر افسانہ ''سُوبھا'' اور فارسی رسم الخط میں سات صفحات کا مضمون ''فضل شاہ دی سوہنی مہینوال'' شامل ہے۔

''کِوتا نمبر'' مجلہ ''راوی'' فروری ۱۹۳۱ء کے حصہ پنجابی میں فارسی رسم الخط میں شائع ہوا۔ ایڈیٹر کا نام کیسر سنگھ کنول جبکہ گیان سنگھ وہورا اسسٹنٹ ایڈیٹر ہیں۔ نام کے برعکس اس شمارے میں شاعری کے علاوہ نثر بھی شامل ہے۔ آغاز میں دو نظمیں ''کوِتا'' اور ''کوی'' ہیں جن میں شاعری اور شاعر کی تعریف ہے۔ پھر ''کھوٹی چوانی'' ڈراما ہے۔ پھر چار نظموں کے بعد ''ریویو'' کے عنوان سے معروف پنجابی شاعر فیروز دین شرف کی کتاب ''سنہری کلیاں'' اور رسالہ ''سارنگ'' پر تبصرہ ہے۔ آخر میں کچھ نظمیں ہیں۔ آخری نظم ''نراستا'' ملاحظہ کریں:

سُندر تانی! پا پا کھِچاں، کیوں پئی ایڈ کھپانی ایں؟
جال کِلاریں، مکّر ماریں، آ آ تھنکے لانی ایں
میرے لئی ہُن تیز کٹاری تیری کھُنڈی ہوئی اے
مینوں پھٹ نہ سکیں ہُن، کیوں ایویں تیر چلانی ایں؟
نیر میرے نیناں چوں جیہڑا وگنا سی وگ چکا ہے
شانت چت ہُن ہو گیا میرا، کیوں آ بھڑتھو پانی ایں؟

دل تڑفاٹے کھاندا نہیں ہُن، بُجھ گئی شمع پریتی دی
آس نراس ہُن کچھ نہیں دل وچ، کاہنوں پئی اکانی ایں؟ (۸)

اکتوبر ۱۹۴۰ء کا پنجابی حصہ دونوں رسم الخط میں شائع ہوا۔ مدیر کا نام ستنام سنگھ ہتکاری ہے۔ فارسی رسم الخط والے حصہ میں عام معمول کے مشمولات ہیں جبکہ گورمکھی حصہ ''ساون نمبر'' ہے جو ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ شمارہ پانچویں دیسی مہینے ''ساون'' کی شاعری پر مبنی ہے۔ ''ساون نمبر'' کا انتساب ان الفاظ میں ہے: ''راوی دا ایہہ ساون نمبر 'بھیٹا' اوہناں پنجابناں نوں جو ساون وچ ساویں کھیڈ دیاں تے گِدّھے پا پا دھرت اکاش کنبا ندیاں نیں'' ہے۔ انتساب کے بعد ''برہن دا ساون'' نظم ہے۔ پھر ساون مہینے اور ساون کی شاعری کے حوالے سے اداریہ ہے جس کے آغاز میں رسالے کا خصوصی نمبر شائع کرنے کی وضاحت اور ساون مہینے کے مست نظاروں کا بیان کمال خوبصورتی سے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

''راوی دے اتہاس وچ ایہہ پہلا موقعہ ہے جدوں کہ راوی گرمی دِیاں چھُٹیاں وچ چھپی۔ کالج دی ایہہ لمّی چھٹی ساون، بھادوں دے مہینیاں وچ ہُندی ہے تے سانوں ایہو ہی کارن معلوم ہُندا اہے کہ کیوں راوی دے اک اک صفحے توں ساون دی آواز آ رہی ہے۔ لکھاری سجن لاہور دے رولے گولے توں دور کتاباں لیکچراں توں چھٹکارا پا آپنے ماپیاں، بھیناں بھراواں کول ہُندے ہن۔ کالیاں کالیاں متوالیاں گھٹاں جھُومدیاں تے ناگناں وانگ کھیلدیاں ہوئیاں آوندیاں ہن۔ کھُلھ کھُلھ کے ورھدیاں ہن تے ورھ ورھ کے کھُل جاندیاں ہن... کالے کالے بدّل آکاش وچ جھُومدے ویکھ موروانگوں کوی دا دل وی پیلاں پاوندا اہے۔ ایہہ اَکہی خوشی کوی دی آزاد قلم وچوں کاغذ تے وگ ٹُردی ہے تے پاٹھک اُس خوشی وچ ٹُبیاں لالا جھُومدے ہن۔'' (۹)

''جے ساون اوتھے آوندا'' روپ کی نظم ہے جس میں ساون کے مہینے میں برہا کی کیفیت سے دوچار الھڑ مٹیار کے جذبات کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے:

سچ دسیں مینوں پیاریئے، / نی سَیئے! ربّ سواریئے، / جس دیسے ماہی دھایا، / ہے ساون اوتھے آیا؟ / کیہہ اوتھے بدّل جھُوم کے / آوندے نیں وچ آکاش دے؟ / کیہہ پیاری بجلی اوس تھاں / موہندی ہے نال بتاویاں؟ / کیہہ کنیاں تنیاں تانیاں؟ / کیہہ دھرتی موجاں مانیاں؟ / کیہہ کھبّل ہے لہرایا؟ / کیہہ کھیتیں پناڈھل رہیا؟ / کیہہ گِدّھا پیندا اوس تھاں؟ / کیہہ رنگت چاڑھی ساویاں؟ / کیہہ اوتھے جھُولن ڈالیاں؟ / کیہہ کردا یاد کلائیاں؟ / کیہہ بُلّے اُس نوں بھارہے؟ / کیہہ بھُلّے میرے ہاوکے؟ / کیہہ واء وچ امب نہیں ڈولیا؟ / جو دسدا ایہہ دل دھڑکدا؟ / پپیہے اوتھے بول کے / دسدے نیں میرے ولولے؟ / جے ساون اوتھے آوندا / تاں ماہی چر کیوں لاوندا! (۱۰)

''ساویں دا دن'' دو صفحات کی کہانی ہے اور پھر ساون کے حوالے سے مختلف شعرا کی نظمیں ہیں جن کے عنوان ''ساویں''، ''اِک گیت''، ''کوی''، ''پینگھاں''، ''وَرکھا''، ''ادھی رات دا مینہہ''، ''تانگھ'' اور ''چاہ'' ہیں۔

نومبر ۱۹۴۰ء کا فارسی رسم الخط کا حصہ ''گورونانک نمبر'' ہے جو ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نمبر کی بابت اکتوبر کے شمارے میں ''لکھاریاں اگے بینتی'' کے عنوان سے مدیر نے مضامین لکھنے کی دعوت ان الفاظ میں دی ہے:

''گورونانک دیو جی دا جنم دن ۱۴ نومبر نوں ہے۔ اِس دن دے منان دے سنمبندھ وچ اسیں اکتوبر دی راوی دے پنجابی بھاگ (اُردو اکھر) دا گورونانک نمبر کڈھاں گے۔ اِس لئی لکھاری سجناں اگے بینتی ہے کہ اوہ ہیٹھ لکھیاں مضموناں اُتے سوہنے سوہنے تے وچار بھرے لیکھ لکھ بھیجن دی چھیتی کِرپالتا کرن:

۱۔ گورونانک اَتے پنجابی زبان۔ ۲۔ گورونانک دیو دی کوتا ۳۔ گورونانک دیو دی فلاسفی

لیکھ بہت لمبے نہ ہون اَتے کاغذ دے اِک پاسے خوشخط لکھے ہون۔'' (۱۱)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

باباگورونانک سے عقیدت اور درخواست کا اثر یہ ہوا کہ "Matter" کی کثرت کے باعث گورمکھی صفحات کم کر کے "نانک نمبر" کے صفحات بڑھائے گئے لیکن یہ نمبر بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یعنی پہلے آٹھ صفحات باباگورونانک سے متعلق ہیں اور بقیہ آٹھ صفحات روٹین کے مشمولات ہیں۔ اداریہ کے بعد علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اُردو نظم "نانک" ہے۔ اسی طرح گورمکھی حصہ جو صرف آٹھ صفحات کا شائع ہوا؛ میں بھی ایک تحریر بابانانک سے متعلق ہے۔ اداریہ میں باباگورونانک کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:

"اس واری اسیں اُس عرشی پریتم دی یاد وچ ایہہ نمبر کڈھ رہے ہاں جس نے کہ پندرھویں صدی وچ پنجاب وچ آ کے مردہ روحاں نوں اپنا ربی سنیہا سنا کے مُڑ نویں سروں جگایا۔ اسیں لکھاریاں دے بڑے دھنوادی ہاں جیھناں نے اِس واری وی مضموناں دا ہڑھ وگا دتا..." (۱۲)

اداریہ کے بعد علامہ اقبال کی نظم "نانک" شامل ہے۔ آخری شعر میں بابانانک اور پنجاب کا ذکر ملاحظہ کریں:

پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اِک مردِ کامل نے جگایا خواب سے (۱۳)

سدرشن سنگھ باجوہ کا مضمون "گورونانک کوی دے رُوپ وچ" ہے جس میں باباگورونانک کے مختصر تعارف کے بعد شاعری کا فکری جائزہ پیش کیا گیا ہے جبکہ مضمون کے آخر میں شاعری سے کچھ مثالیں ہیں جو ضرب الامثال کا درجہ حاصل کر چکی ہیں:

"۱۔ حق پرایا نانکا اِس سُور اُس گائے ۲۔ کُوڑ نکھٹّے نانکا اوڑک سچ رہی
۳۔ سہج پکے سو میٹھا لاگے ۴۔ دُکھ دارُو سُکھ روگ بھیا
۵۔ من پردیسی جے تھیا سب دیس پرایا ۶۔ من جیتے جگ جیت (۱۴)

دوسرا مضمون فورتھ ایئر کے طالب علم اوتار سنگھ کا "گورونانک دیودی کوِتا" ہے۔

گورنمنٹ کالج، لاہور کے طالب علم اور پرنسپل پروفیسر ڈی جی سوندھی کی خدمات کے اعتراف میں اُن کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر "راوی" نے انگریزی، اُردو اور پنجابی زبان میں تین الگ الگ "سوندھی نمبر" شائع کیے۔ انگریزی نمبر ۲۸ صفحات کا ہے اور مکمل شمارہ سوندھی کی حالاتِ زندگی، کاوشوں، کامیابیوں اور خدمات کا احاطہ کرتا ہے۔ "سوندھی نمبر" اُردو کے پورے شمارے میں سوندھی سے متعلق ایک بھی تحریر شامل نہیں ہے، صرف اداریے کی ایک دو سطروں میں سوندھی کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح "پنجابی" نمبر میں بھی سرورق پر جلی حروف میں "سوندھی نمبر" لکھا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں شمارے میں سوندھی سے متعلق ایک بھی تحریر شامل نہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد پنجابی اشاعت بند ہو گئی۔ ۱۹۵۱ء سے پھر آغاز ہوا۔ مارچ ۱۹۵۵ء سے کچھ صفحات کا الگ پنجابی حصہ شروع ہوا۔ مئی ۱۹۶۲ء سے حصہ پنجابی کے لیے "پنجاب رنگ" کا عنوان تجویز ہوا۔ ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء کے تین شمارے انگریزی اور اُردو سے بالکل الگ صرف "پنجابی نمبر" کے طور پر شائع ہوئے۔

پہلا "پنجابی نمبر" اپریل ۱۹۷۱ء کا ہے جو ۷۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس شمارے کے مدیر مشتاق صوفی اور نواز چودھری ہیں جبکہ پروفیسر رفیق محمود مینجر اور ڈاکٹر لئیق بابری نگران ہیں۔ اداریہ مشتاق صوفی کا لکھا ہوا ہے۔ اداریہ کے بعد تین مضامین "ندیوں پار رانجھن دا ٹھانہ" از نجم حسین سیّد، "مہینوال دی موت اک تہذیب دی موت اے" از ڈاکٹر لئیق بابری اور "بلھے شاہ دی شاعری" از چودھری منظور احمد سہیل ہیں۔ پھر دو کہانیاں "گھگھو" از اکبر لاہوری اور "چُجھدے کنڈے" از نواز چودھری شامل ہیں۔ بعد ازاں ڈاکٹر آغا یمین کا ڈراما "کالیاں لیکاں" ہے۔ غزلاں، گیت کے عنوان سے تین غزلیں اور ایک گیت ہے۔ بلھے شاہ کی کافی "آ مِل یار سار لَے میری، میری جان دُکھاں نے گھیری" کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہے جو ڈاکٹر لئیق بابری نے کیا۔ "نظماں" کی ہیڈنگ کے تحت مختلف طلبہ کی آزاد نظمیں اور آخر میں مدیر کی جانب سے رپورٹ شامل ہے جس میں "شاہ حسین ڈے"، "ن۔م۔ راشد نال اِک شام"، انگلش لٹریری سرکل کا مذاکرہ بعنوان "لکھاری دا کردار" اور جی سی ڈی سی کے مشہور پنجابی کھیل "توں کون" پیش کیے جانے کی اطلاع دی گئی ہے۔ مدیر شمارہ مشتاق صوفی جدید پنجابی نظم کے شاعر ہیں۔ اُن کی زمانۂ طالب علمی میں لکھی نظم "سائیں مار مشکیاں دی سواری" کا خیال، اپروچ اور پیغام ملاحظہ کریں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دینیں لتھاتے مُشکیاں اُتے لوکاں زِیناں سٹیاں / واگاں ہتھ اِچ نییاں / سانگ تے نیزے کچھیں لیندے / کرن شکاراں ٹُرپئے / مشکے ہٹ ہٹ ڈاکاں مارن / اج اُنھاں نوں کیہڑا ڈکے کیہڑا سٹ اُنھاں دی جھلّے / سڑک تراندھی / وین کریندی / کنڈ چھلیندی ویندی / جھگیاں نوں اوہ گھیرا پاون / وسنیکاں نوں للکر مارن / ''نکلو دوڑو! / سونا، چاندی، سوہنے بازو سارے سانوں دیٔو / آپنے اُچے اُچے شملے آپنے ہتھیں ہُنے نواوؤ'' / کملے لوکی ہکّے بکّے / ہک دُوجے دے مُونہہ نوں نکلدے / ''بھنڈی جیہی کوئی چیز نہ مندی / پچھانہہ واگاں پرتو / فصلاں چاوٗ / تے جاناں دی خیر مناوٗ'' / مشکے ہنکے ٹپ مریندے / نیزے کڑکن، رَت وِٹیوے / کُوکاں اُٹھن / بھوئیں تے بندے مُودھے ہوون / کجھ بچیا، کجھ لُٹیا لوکاں / مشکیاں نوں ول پچھانہہ موڑیا / نشہ فتح دا چڑھیا / مشکیاں اوہ اوہ بھاج وکھائی / دونویں پیر رکابوں نکلے واگ رہی نہ ہتھ اِچ کائی / سارے اسواراں نوں اوہناں کنڈوں کڈھ کے سٹیا / آپنے ترکھے سُنباں دے نال لاشاں نوں وت ٹکیا (۱۵)

قیام پاکستان کے بعد دوسرا الگ پنجابی شمارہ اپریل ۱۹۷۲ء کا ہے۔ جائنٹ ایڈیٹر مجید شیخ اور اسسٹنٹ ایڈیٹر زاہد کامران جبکہ اصغر سلیم نگران تھے۔ شمارے کے آغاز میں ایڈیٹوریل بورڈ کی طرف سے ''سوگ متا'' کے عنوان سے پنجابی شاعر ارتھر مقبول الحق اور ڈاکٹر لئیق بابری کی وفات کا تعزیتی نوٹ ہے۔ ''اج دے پنجابی لکھاری'' کے عنوان سے چھ صفحات کا تفصیلی اداریہ ہے۔ پھر فیض احمد فیض کی نظم ''ملاقات میری'' کا پنجابی ترجمہ ہے جو اصغر سلیم نے کیا۔ بعد ازاں چار مختصر کہانیوں کا پنجابی ترجمہ ہے جن کے عنوان ''ہسّن دا طریقہ''، ''مکھی تے ہاتھی''، ''جج کون سی'' اور ''سبھ توں اُچی چھال'' ہیں۔ اصغر سلیم کے دس صفحات کے مضمون ''خواجہ غلام فرید: ہجر تے فراق دا شاعر'' میں خواجہ فرید کو ہجر و فراق کا شاعر ثابت کیا گیا ہے نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خواجہ غلام فرید فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور اُن کی کافیوں میں جابجا خدا کی واحدانیت کے جلوے نمایاں ہیں۔ معروف اُردو شاعر ظفر اقبال کی پنجابی غزل بھی شمارے کا حصہ ہے۔ غزل کا مطلع و مقطع دیکھیں جس میں ''ظفرے'' تخلص استعمال ہوا:

ات ہنیرا ول گیا، کوئی سار سمھال اوئے
کدھرے لنبو لفظ دا، کدھرے مکھ مشال اوئے
آخر پتھر چٹ کے مچھی ہٹدی اے پچھانہ
ہور کسے کیہہ ویکھنا ظفرےؔ جیہا زوال اوئے (۱۶)

شمارے میں تین افسانے ''بلیک آوٹ''، ''ویری جہان'' اور ''اُڈیک'' شامل ہیں۔ پہلا افسانہ ''بلیک آئوٹ'' نواز چودھری کا ہے جس میں وہ پرانی تہذیب و ثقافت کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ کس طرح سے اُس دور کے لوگ مل جل کر رہتے تھے۔ لوگوں میں باہمی اتفاق تھا۔ افسانے میں توہم پرستی کا رجحان بھی غالب ہے۔ دوسرا افسانہ ''ویری جہان'' میں معاشرے کی بے حسی اور بد اخلاقی کا بیان ہے جو ایک بھلے مانس شخص کو بے حس بنا دیتی ہے اور وہ معاشرے کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر خودکشی کر لیتا ہے۔ تیسرا افسانہ ''اُڈیک'' ہے جس میں خاوند اور بیوی کے پیار اور پھر بیوی کی موت کا ذکر ہے جس کا ذمہ دار خاوند خود کو ٹھہراتا ہے۔

اسسٹنٹ ایڈیٹر زاہد کامران کی نظم ''کلّا ایتھے مَیں!'' میں اکلاپے کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ شاعر کے آس پاس لوگوں کا ہجوم ہے مگر پھر بھی وہ تنہا ہے۔ اُسے اپنا دُکھ سُکھ سانجھا کرنے کے لیے آس پاس کچھ بھی نظر نہیں آ رہا:

دُکھ نُوں ویکھاں / دُکھ نُوں ونڈاں / کیہنوں سدّاں / کیہنوں دسّاں / سارے! اپنے آپ چ لُکے / جگ دی رِیت نبھاندے پھردے / کوئی نہ ویکھے، کوئی نہ تکّے / کولوں دی لنگھ جاندے نیں / اکھیاں بھریاں، اتھرو ڈِگدے / ہاواں لیندا ہوکے بھردا / کلّا ایتھے مَیں!!(۱۷)

مئی ۱۹۷۳ء کے الگ پنجابی شمارے میں بھی نگران اصغر سلیم میر، ایڈیٹر عبدالمجید شیخ اور اسسٹنٹ ایڈیٹر زاہد کامران ہی رہے۔ شمارہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اداریہ کے بعد تین مضامین ہیں۔ پہلا ''ہاشم شاہ دا قصہ سوہنی مہینوال'' از پروفیسر نذیر احمد، دوسرا ''حکیم درویش صاحب دا اِک نواں ہتھ لکھتی نسخہ'' از ڈاکٹر کے ایم سلیم اور تیسرا ''ہاشم شاہ دی سسّی پنوں'' پروفیسر حسن طاہر کا مضمون ہے۔ بعد ازاں نواز چودھری کا افسانہ ''منظوری دائی''، غلام عباس کا ترجمہ شدہ افسانہ ''ڈولی'' اور جاوید اقبال اعوان

کاافسانہ "آزادی" شامل ہیں۔ سابقہ شمارے کی طرح سلیم شیخ کی ترجمہ شدہ تین منی کہانیاں بعنوان "ملاقات"، "بھُکھے تے رجے ہوئے" اور "اِک عورت وی کڈے فتنے پیدا کر سکدی اے" شامل ہیں۔ "ملاقات" کہانی کتنی مختصر اور جامع ہے۔ ملاحظہ کریں:

"اتفاقیہ ملاقات وی کدی کدی سچی محبت دا بہانہ بن جاندی اے۔ اِک واری اِک بھیڈ دی اتفاقیہ ملاقات بگھیاڑ نال ہو گئی۔

نتیجہ: اتفاقیہ ملاقات توں بچنا چاہیدا اے۔" (۱۸)

زیر نظر شمارے میں ۱۲ نظمیں شامل ہیں۔ پہلی چار نظمیں فیض احمد فیض کی ہیں جن کا اصغر سلیم نے ترجمہ کیا ہے۔ باقی نظمیں نامور شعرا کی ہیں جن میں منو بھائی، ڈاکٹر لئیق بابری، ڈاکٹر آغا یمین، مشتاق صوفی اور نسرین انجم بھٹی وغیرہ کا پنجابی زبان و ادب میں خاصہ مقام و مرتبہ ہے۔ شمارے کے آخر میں ۳ غزلیں بھی شامل ہیں۔

"راوی" کا پنجابی "قائد اعظم نمبر" ۱۹۷۶ء میں طبع ہوا جب حکومت پاکستان نے ۱۹۷۶ء میں قائد اعظم صدی منانے کا اعلان کیا۔ مجلہ "راوی" نے اس موقع پر انگریزی، اُردو اور پنجابی کے الگ الگ نمبر شائع کیے تھے۔ پنجابی نمبر ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کے ایڈیٹر زاہد کامران، جائنٹ ایڈیٹر جاوید فیض، اسسٹنٹ ایڈیٹر ایم شاہد چودھری جبکہ پروفیسر مرزا محمد منور نگران تھے۔ پنجابی شمارے کے سرورق پر "قائد اعظم نمبر" جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ اندرونی صفحات میں (جن پر صفحہ نمبر درج نہیں) قائد اعظم کا ۱۸۔ اگست ۱۹۴۷ء کا یومِ عید کا پیغام درج ہے۔ پھر اگلے پورے صفحے پر قائد اعظم کی رنگین تصویر اور کیپشن میں سلطان باہو کا مصرعہ "الف اللہ چنبے دی بُوٹی مرشد مَن وچ لائی ہو!" درج ہے۔ اس شمارے میں قائد اعظم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے مضامین اور نظمیں شامل ہیں جبکہ مدیر نے بھی اداریے میں قائد اعظم کی شخصیت کے کئی پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ شمارے میں چار نظمیں اور ایک گیت شامل ہے۔ "قائد اعظم دی یاد وچ اِک گیت" گورنمنٹ کالج، لاہور میں پنجابی کے استاد جناب گلزار بخاری کا ہے۔ گیت کا مکھڑا اور ایک انترہ ملاحظہ کریں:

زندگی دا حوصلہ ودھائی رکھاں گے
یاد تیری سینے نال لائی رکھاں گے
وَیری پیچا پاندے نیں تے پان سانوں کیہہ اے
اساں نہیں چھڈنا میدان سانوں کیہہ اے
گُڈی اسمان تے چڑھائی رکھاں گے (۱۹)

قائد اعظم نمبر میں نامور مصنفین کے لکھے کل بارہ مضامین شامل ہیں جن میں قائد اعظم کی زندگی اور جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مضامین کی فہرست مع مصنفین مندرجہ ذیل ہے:

۱۔	قائد اعظم ... دو جھلکیاں	غلام الثقلین نقوی
۲۔	قائد اعظم تے اج دا نوجوان	ڈاکٹر آغا یمین
۳۔	قائد اعظم تے اصولاں دی جنگ	جاوید فیض
۴۔	قائد اعظم تے تحریک خلافت	زاہد نوید
۵۔	قائد اعظم محمد علی جناح ... سُچا انسان	پروفیسر محمد خالد خان
۶۔	قائد اعظم تے ساڈا عمل	زاہد کامران
۷۔	قائد اعظم ... سیاسی رہنما	شیخ محمد معصوم
۸۔	قائد اعظم تے عوام	پروفیسر شاہین ملک
۹۔	زندہ رہنما... قائد اعظم	پروفیسر جیلانی کامران

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۰۔	نویں نسل تے عظیم قائد	طاہر تونسوی
۱۱۔	قائداعظم دی سیالکوٹ وچ آمد	پروفیسر مرزا ریاض
۱۲۔	لارڈ ماؤنٹ بیٹن نوں پنڈت نہرو چُن کے لیائے سن	پروفیسر مرزا منور

۲۔ راوی کے خصوصی گوشے:

مجلہ "راوی" میں اب تک صرف پانچ خصوصی گوشے شائع ہوئے ہیں۔ پہلا گوشہ ۲۰۰۲ء کے راوی میں احمد راہی کا ہے جو جدید پنجابی نظم کے معروف شاعر ہیں۔ احمد راہی ۱۲ نومبر ۱۹۲۳ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام خواجہ عبدالعزیز تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم امرتسر سے حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء میں میٹرک کا امتحان امرتسر سے پاس کیا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ لاہور آ کر کچھ عرصہ ترقی پسند تحریک کے رسالے "سویرا" کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۵۴ء میں فلمی دُنیا کا رُخ کیا۔ فلمی گیت اور سکرپٹ لکھتے رہے۔

احمد راہی نے شاعری کا آغاز قیام پاکستان کے بعد کیا۔ آپ کا جدید پنجابی نظموں کا مجموعہ "ترنجن" ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا جس کا دیباچہ احمد ندیم قاسمی نے "اِک دو گلاں" کے عنوان سے لکھا۔ فلیپ سعادت حسن منٹو اور کرشن چندر نے تحریر کیے۔ ترنجن جدید پنجابی شاعری کا سب سے پہلا مجموعہ ہے جو انعام یافتہ ہے۔ دوسرا شعری مجموعہ "نمھی نمھی وا" فلمی گیتوں کا مجموعہ ہے۔ احمد راہی نے ستمبر ۲۰۰۲ء میں وفات پائی اور میانی صاحب قبرستان میں دفن ہیں۔

احمد راہی اور گورنمنٹ کالج، لاہور کا رشتہ کافی پرانا تھا، اگرچہ وہ راوین نہ تھے لیکن اُن کی اکثر پنجابی اور چند ایک اُردو نظمیں "راوی" میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ۱۹۹۲ء کے "راوی" میں اُن کا تفصیلی مکالمہ "احمد راہی نال ملاقات" کے عنوان سے شائع ہوا جو نو صفحات پر مشتمل ہے۔ مکالمہ میں احمد راہی کے ساتھ ثاقب سلطان المحمود، محمد جواد اور محمد اطہر مسعود شامل تھے۔ علاوہ ازیں وہ گورنمنٹ کالج میں مشاعروں اور پنجابی مجلس کے اجلاس میں گاہے بگاہے آتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی وفات کے موقع پر "راوی" میں احمد راہی کا خصوصی گوشہ شائع کیا گیا۔

احمد راہی کا خصوصی گوشہ ۲۰۰۲ء کے "راوی" میں صفحہ ۱۵۳ سے ۱۶۵ تک کل ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس گوشے کا انتساب "احمد راہی کی نذر" ہے جس میں چار مضامین شامل ہیں۔ پہلا مضمون پنجابی زبان کے معروف نعت گو شاعر حفیظ تائب کا "دُکھیارا و نجارا" کے عنوان سے ہے۔ مضمون نگار نے آغاز میں احمد راہی کی حالاتِ زندگی اور فکری و فنی سفر کی تفصیل بیان کی اور پھر ترنجن میں شامل نظموں کا تجزیہ کیا ہے۔ دوسرا مضمون راقم الحروف کے اُستاد محترم ڈاکٹر ناہید شاہد (مرحوم) کا "احمد راہی دے گیت" کے عنوان سے ہے۔ ڈاکٹر ناہید شاہد کا احمد راہی سے قریبی تعلق اور دوستی تھی۔ اُنھوں نے احمد راہی کے گیتوں کو موضوعاتی اعتبار سے تین اقسام میں تقسیم کیا۔ لکھتے ہیں:

> "...اِک اجیہے گیت جیہناں وچ دُکھ، درد تے وچھوڑے دی چبھن اے تے دُوجے اوہ گیت جیہناں وچ ملن دی لذت تے جمال اے جدوں کہ تیجی قسم دے گیتاں وچ محبت نوں پا کے وی نہ پان دی کسک سینے وچ پھِلتراں وانگ رڑکدی اے۔ ویکھیا جاوے تے ایہہ تن کیفیتاں اجیہیاں نیں جیہناں دا مرکز اِکو اے تے اوہ اے "دل...":
>
> تیرے در تے آ کے سجناں وے اسی جھولی خالی لے چلّے
> لکھاں آساں لے کے آئے ساں دو نین سوالی لے چلّے (۲۰)

"ہر دیس تے ہر عہد دا شاعر" ڈاکٹر محمود الحسن بزمی کا مضمون ہے جو گزشتہ پچیس برس سے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور میں شعبہ پنجابی کی تدریس سے وابستہ ہیں۔ وہ احمد راہی کو پنجابی مجلس کے اجلاس اور مشاعروں میں مدعو بھی کرتے رہے ہیں۔ مضمون میں احمد راہی کی شاعری کی آفاقی حیثیت بیان کرنے کے ساتھ ترنجن میں شامل نظموں کے علامتی مفاہیم بھی واضح کیے ہیں۔ آخری مضمون علی عمران کا ہے جو احمد راہی کی شاعری بارے ہے۔

"گوشۂ شریف کنجاہی" مجلہ "راوی" میں دو مرتبہ شائع ہوا۔ پہلی بار ۲۰۰۳ء میں اور دوسری بار ۲۰۰۷ء میں۔ شریف کنجاہی پنجابی زبان کے شاعر، نقاد، محقق، مترجم، اُستاد اور معروف ادیب ہیں۔ آپ گجرات کے قصبے کنجاہ میں ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو مولانا غلام محی الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد محکمہ تعلیم میں مدرّس مقرر

ہوئے۔ ملازمت کے دوران پرائیویٹ طور پر ایف۔ اے اور بی۔ اے کے امتحانات پاس کیے۔ پھر ایم۔ اے اُردو اور ایم۔ اے فارسی کے بعد فارسی کے لیکچرار مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے شعبہ پنجابی میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ مقتدرہ قومی زبان کے رسالے ''اخبارِ اُردو'' کے ایڈیٹر رہے۔ ۲۱ جنوری ۲۰۰۷ء کو وفات پائی۔ دو درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں جن میں شاعری، تحقیق، تنقید، ترجمہ اور مرتبہ کتب شامل ہیں۔

''گوشۂ شریف کنجاہی'' پہلی بار ۲۰۰۳ء کے ''راوی'' میں شائع ہوا تب وہ حیات تھے اور گوشہ ترتیب دینے کا مقصد اُن کو خراجِ تحسین پیش کرنا تھا۔ آٹھ صفحات کے گوشے میں تین مضامین شامل ہیں۔ پہلا مضمون معروف ترقی پسند پنجابی ادیب اور اولڈ راوین فخر زمان کا ''شریف کنجاہی'' کے عنوان سے ہے۔ بقول مصنف اُن کا شریف کنجاہی سے ایک ادبی تعلق تھا، دوسرا مصنف کے والد اور شریف کنجاہی کلاس فیلو تھے جبکہ تیسرا تعلق سرزمین گجرات کے حوالے سے ہے لہٰذا وہ شریف کنجاہی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ مصنف نے شریف کنجاہی کو ترقی پسند اور امن کا شاعر ثابت کیا ہے۔ مضمون کے آخر میں خالی صفحہ پر ''جھاتیاں'' کتاب سے اقتباس درج ہے۔ دوسرا مضمون ''شریف کنجاہی کا تنقیدی سفر'' خالد ہمایوں کا ہے جو اورینٹل کالج، لاہور میں پنجابی کے اُستاد رہے۔ اُنھوں نے کنجاہی صاحب کی تنقیدی کتاب ''جھاتیاں'' کا تفصیلی تجزیہ کر کے اُنھیں نفسیاتی اور مارکسی نقاد ثابت کیا ہے۔ تیسرا مضمون ثمر منیر کا بعنوان ''شریف کنجاہی'' ہے۔ اس مضمون میں شریف کنجاہی کی ''جگراتے'' کا فکری اور فنی تجزیہ کیا گیا ہے۔

اسی شمارے میں شامل شریف کنجاہی کی طبع زاد پنجابی نظم ''پکچر'' ملاحظہ کریں:

> جی / کس تائیں ملنا ہے جے؟ / موری جی تے پکچر ویکھن اج گئے نیں / چنگا ہویا مَیں گئی نہ / ورنہ درشن توں رہ جاندی / پکچر ویکھن کل ٹُر جاساں / کیہہ آکھاں نیں؟ / دس دیاں دی مَیں کنجاہی جی آئے سن / تے بھلکے وی ایسے ویلے اوہ آون دے / کل مَیں پکچر تے نہ جاساں / ایدوں چنگی پکچر کیہڑی ہو سکنی ایں (۲۱)

''گوشۂ شریف کنجاہی'' دوسری بار اُن کی وفات کے موقع پر ۲۰۰۷ء کے ''راوی'' حصہ پنجابی میں شائع ہوا۔ پہلا مضمون محمد عباس نجمی کا ''شریف کنجاہی: شخصیت، فکر تے فن'' ہے جس میں اُن کے حالات زندگی، تخلیقی کام اور شاعری کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ مضمون کے آخر میں خراجِ تحسین پیش کرتے لکھتے ہیں:

> ''...دِن مہینیاں وچ، مہینے سالاں وچ تے سال صدیاں وچ بدلدے رہن گے پر پنجابی ادب دے آسمان تے شریف کنجاہی ہوراں داناں روشن تاریاں وانگوں رہندی دنیا تیکر چمکدا رہوے گا۔ شریف صاحب اک بھرپور تے پر وقار حیاتی گزارن مگروں ۹۲ ورھیاں دی عمر وچ ۲۱ جنوری ۲۰۰۷ء نوں خالق حقیقی نال جا ملے۔ ربّ سوہنا اوہناں نوں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین۔'' (۲۲)

''کدے جگراتے کٹنے'' ڈاکٹر اظہر محمود چودھری کا مضمون ہے جس میں شریف کنجاہی کے حالاتِ زندگی سمیت اُن کے فکر و فن کا بطور شاعر، نقاد، محقق اور مترجم تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

گوشۂ نجم حسین سیّد ۲۰۰۷ء کے ''راوی'' میں شائع ہوا۔ نجم حسین سیّد ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں پیراں پوری، بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج، لاہور سے بی۔ اے اور ایف سی کالج، لاہور سے ایم اے انگریزی کیا۔ پہلے انگریزی کے لیکچرار مقرر ہوئے بعد ازاں سی ایس ایس کر کے پاکستان آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سروس میں چلے گئے۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۷ء تک پنجاب یونیورسٹی شعبۂ پنجابی میں ڈیپوٹیشن پر پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ سے اکاؤنٹینٹ جنرل پنجاب ریٹائر ہوئے۔ تب سے آج تک ذاتی حیثیت سے پنجابی زبان و ادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔ آپ جدید پنجابی نظم کے شاعر، ڈرامانگار، نقاد اور ادیب ہیں۔ اب تک شاعری، تنقید اور ڈراما کی پانچ درجن سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔

''گوشۂ نجم حسین سیّد'' میں اُن کے فکر و فن پر تین مضامین شامل ہیں۔ پہلا مضمون معروف پنجابی ادیب شفقت تنویر مرزا کا ''لفظاں تے معنیاں دی سنبھال'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں نجم حسین سیّد کے خاص پنجابی لہجے، لفاظی، نت نئی تراکیب اور اسلوب بیان کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ دوسرا مضمون ''نجم حسین سیّد دی پنجابی ادب دی تنقید'' نادر علی کا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق پنجابی تنقید کا کام ایک صدی قبل شروع ہوا مگر تنقید کو جدت اور نیا پن عطا کرنے میں نجم حسین سیّد کا کردار نہایت اہم ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اُنھوں نے نجم حسین سیّد کی لگ بھگ دس تنقیدی کتابوں کا تجزیہ کیا اور جو نتائج اخذ کیے اُن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"۱۔ نجم حسین سیّد نے پنجابی ادب اور تاریخ کا باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ ہم میں نہ صرف اچھا لکھنے والا ہے بلکہ سب سے زیادہ پڑھا لکھا بھی ہے۔

۲۔ نجم حسین سیّد موجودہ عہد کی اکثر زبانوں کی معاصر شاعری اور تنقید سے واقف ہے۔

۳۔ نجم حسین سیّد کا تنقیدی اسلوب کئی لوگوں نے بالواسطہ اور بلاواسطہ اپنایا جن میں محمد آصف خاں، شریف صابر اور عابد عمیق کا نام اہم ہے۔ اُنھوں نے سیّد علی عباس جلالپوری جیسے فلسفی کو اُردو سے پنجابی ادب کی طرف موڑا۔

۴۔ نجم حسین سیّد کی تحریریں پڑھ کر کئی لوگ پنجابی کی طرف دوبارہ لوٹ آئے۔

۵۔ نجم حسین سیّد نے پڑھنے پڑھانے اور لکھنے کے علاوہ صوفی شعرا کا کلام مختلف انداز سے کمپوز بھی کیا ہے۔" (۲۳)

"نجم حسین سیّد دی پنجابی ادب نوں دین" کرنیل سنگھ تھند کا مضمون ہے جن کا تعلق بھارتی پنجاب سے تھا۔ اُنھوں نے انڈین پنجاب میں نجم حسین سیّد کو بطور پنجابی ادیب ملنے والی شہرت کی تعریف کی اور بتایا کہ اُن کی تمام کتب گورمکھی رسم الخط میں شائع ہو کر لوگوں میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ علاوہ ازیں انڈین پنجاب کی چھ یونیورسٹیوں میں ایم اے پنجابی کے نصاب میں نجم حسین کی کوئی نہ کوئی کتاب ضرور موجود ہے۔ مضمون نگار نے نجم حسین کی شاعری، تنقید اور ڈراما نگاری پر مختصر مگر جامع انداز میں بات کی ہے۔

"گوشۂ عباس نجمی" مجلہ "راوی" کا آخری پنجابی گوشہ ہے جو ۲۰۱۲ء میں اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ راقم الحروف کا گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور میں ۳ جنوری ۲۰۰۹ء میں ڈاکٹر عباس نجمی کی جگہ تقرر ہوا کیونکہ اُنھوں نے ۲۰۰۸ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور کو خیر باد کہہ کر پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج آرٹ اینڈ کلچر میں بطور ڈائریکٹر جوائن کر لیا تھا۔ وہاں ڈیپوٹیشن مکمل ہونے کے بعد گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر جوائننگ دی اور اسی دوران ہی برین ٹیومر کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اولڈ راوین اور بطور فیکلٹی ممبر اُن کی خدمات کے اعتراف میں شعبہ اُردو / پنجابی کی ہدایت پر تعزیتی ریفرنس کا اہتمام کیا گیا اور بعد ازاں "گوشۂ راوی' بھی مرتب ہوا جس کی تمام تر ذمہ داری راقم الحروف کو سونپی گئی تھی۔

ڈاکٹر محمد عباس نجمی پنجابی کے اُستاد، ادیب، شاعر اور صحافی تھے۔ وہ اپریل ۱۹۵۳ء میں عبدالحمید کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور سے بی۔ اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۷۹ء میں ایل ایل بی اور ۱۹۸۳ء میں ایم۔ اے پنجابی کیا۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ہی ۲۰۰۸ء میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ وہ ۲۲ سال گورنمنٹ کالج، لاہور میں پڑھاتے رہے۔ وہ ۱۳ فروری ۲۰۱۲ء کو وفات پا گئے۔

پنجابی مجلس کے زیر اہتمام ۲۸ فروری ۲۰۱۲ء کو سر فضل حسین ریڈنگ روم میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد ہوا جس میں اُن کے اساتذہ، کولیگ، عزیز و احباب اور شاگرد شامل تھے۔ ریفرنس میں جن اصحاب نے عباس نجمی کے حوالے سے بات چیت کی وہی گفتگو اور مضامین اکٹھے کر کے گوشہ مرتب کیا گیا۔ سب سے پہلا مضمون پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کا "ڈاکٹر عباس نجمی... اِک ذہین تے باصلاحیت انسان" ہے۔ یہ تحریری مضمون اُردو زبان میں پڑھا گیا جس کو راقم الحروف نے پنجابی ترجمہ کر کے شائع کیا۔ مضمون میں خواجہ زکریا نے اپنے اور عباس نجمی کے تیس سالہ تعلق کے حوالے سے یادیں سانجھی کی ہیں۔ دوسرا مضمون "عباس نجمی... اِک اُستاد" اُن کے اُستاد اور نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد کا ہے جن کے تاریخی جملے ہر اُستاد کے لیے مشعل راہ ہیں:

"...جدوں اوہ جی سی یونیورسٹی توں 'پلاک' گئے تے اوہناں نوں تلخ تجربہ ہویا۔ کہندے سن 'جتھے سرخ فیتا ہووے اوتھے کوئی کم نہیں ہو سکدا' تے میں اوہناں نوں ہمیش ایہہ کہندا کہ جدوں وی موقع ملے واپس جی سی آ جاؤ۔ ایہدے وچ تہاڈی، ساڈی تے زبان و ادب دی بچت اے۔ اِک اُستاد نوں اپنے تجربے نوں ضائع نہیں کرنا چاہیدا..." (۲۴)

سیّد طارق زیدی اُردو زبان و ادب کے معروف اُستاد تھے جو جی سی یونیورسٹی، لاہور کے شعبہ اُردو میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ وہ محمد عباس نجمی کے رفیق کار اور اچھے دوست تھے۔ عباس نجمی کے حوالے سے اپنے مضمون "عباس نجمی..." میں افسوس کا اظہار کرتے لکھتے ہیں:

Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

"پتہ نہیں کیوں مینوں انج لگدا اے کہ اُستاد دوسریاں ذمے داریاں دے کھیہڑے وچ پووے تے ایھو ای ہوندا اے جو عباس نجمی دے نال ہویا، اُستاد، اُستاد ای ٹھیک رہندا اے، کسے ہور قسم دیاں ذمے داریاں وچ اوہنوں نہیں پینا چاہیدا۔ عباس نجمی نے زندگی وچ شاید ایہو ای غلطی کیتی سی جیہدی بھگتان اسیں سارے بھگت رہے آں۔" (۲۵)

پروفیسر عاصم ندیم پنجابی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اور عباس نجمی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ وہ عباس نجمی کو نہ صرف بڑے بھائی بلکہ والد کی جگہ مانتے تھے۔ اُنھوں نے ہیر وارث شاہ کا مشہورِ زمانہ بند "بھائیاں باجھ نہ مجلساں سوہندیاں نی، اَتے بھائیاں باجھ بہار ناہیں" سنا کر عباس نجمی سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ اُن کے دوست تھے جن کا مضمون 'یاراں دا یار محمد عباس نجمی" ہے۔ زاہد مسعود کا مضمون "عباس نجمی... سچائی دا راکھا" اور بشارت احمد خان کا مضمون "عباس نجمی... بطور ٹیلی ویژن کمپیئر" بھی گوشے میں شامل ہے۔ عمر عباس جو عباس نجمی کا بیٹا ہے؛ نے بتایا کہ عباس نجمی والد سے زیادہ دوست تھے۔ ڈاکٹر محمود الحسن بزمی کا مضمون "اپنے نجمی صاحب" ہے جس میں بطور رفیق کار انھوں نے عباس نجمی کی یادیں سانجھی کیں اور اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔ عبد الوحید (چیف لائبریرین جی سی یونیورسٹی، لاہور) کا اُردو مضمون "ڈاکٹر عباس نجمی... ایک اُستاد" واحد اُردو مضمون ہے جو پنجابی گوشہ میں شامل ہے۔ آخر میں راقم الحروف نے "تعزیتی ریفرنس بیاد ڈاکٹر عباس نجمی" کے عنوان سے ریفرنس کی رپورٹ مرتب کی۔ مضامین کے اختتام پر عباس نجمی کی غزلیں، نظمیں، چو مصرعے اور فردیات "راوی" سے انتخاب کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ "بارے اپنے آپ ای دس پائی..." محمد عباس نجمی کی مرتبہ کتاب سے اقتباس ہے جو آخر میں آدھے صفحے پر شائع کیا گیا یہ اُن کی طبع زاد تحریر ہے جو اُن کی زندگی کے سفر پر روشنی ڈالتی ہے۔

مختصر یہ کہ مجلہ "راوی" کے پنجابی حصہ نے جو دس خصوصی نمبر اور پانچ خصوصی شمارے شائع کیے اُن کی اشاعت سے پنجابی حصہ کی یہ تشنگی بھی دُور ہو گئی۔ اگرچہ پیش کیے گئے نمبرز میں کچھ تو صرف نام کے نمبر ہیں مگر پھر بھی نہ ہونے سے بہتر ہیں۔ اسی طرح جو گوشے مرتب کیے گئے وہ مختصر ضرور مگر جامع ہیں کیونکہ اُن میں پیش کیا گیا مواد طلبہ کا نہیں بلکہ نامور مصنفین کا ہے۔ پنجابی گوشے جن شخصیات کے حوالے سے مرتب کیے گئے وہ مستند معلومات پر مبنی ہیں۔ لہٰذا بلا شک و شبہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پنجابی نمبرز اور گوشے پنجابی ادب کی ترقی میں معاون و مددگار ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نصیر ملکی، مرتب، راوی دِیاں چھلّاں، لاہور: گورنمنٹ کالج، لاہور، ۱۹۶۴ء

۲۔ محمد عباس نجمی، مرتب، راوی رنگ، لاہور: پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، ۱۹۸۹ء

3. S. Z. D, (Editor) College Notes, Included: The Ravi, Vol: 6, Issue: 44, March, 1912, p: 182,182

۴۔ بالک رام گوہل، "لوک گیت"، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶، شمارہ:۴۶، مئی ۱۹۱۲ء، ص:۲۵۴

۵۔ بالک رام گوہل، "چرخہ"، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶، شمارہ:۴۶، مئی ۱۹۱۲ء، ص:۲۷۰

۶۔ بالک رام گوہل، "واگ پھڑائی"، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶، شمارہ:۴۶، مئی ۱۹۱۲ء، ص:۲۷۳

۷۔ بالک رام گوہل، "ڈولی دا گیت"، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶، شمارہ:۴۶، مئی ۱۹۱۲ء، ص:۲۷۵

۸۔ اِندر، "نِراستا" (نظم)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۲۵، شمارہ:۴، فروری ۱۹۳۱ء، ص:۱۲

۹۔ ستنام سنگھ ہتکاری، "جان پچھان" (گورمکھی اداریہ)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۳۴، شمارہ:۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص:۴

۱۰۔ رُوپ، "جے ساون او تھے آوندا" (گورمکھی نظم)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۳۴، شمارہ:۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص:۸

۱۱۔ ایڈیٹر، "لکھاریاں اگے بینتی" (ایڈیٹر نوٹ)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۳۴، شمارہ:۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص:۷

۱۲۔ ایڈیٹر، "ایڈیٹر دی قلم توں" (اداریہ)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۳۴، شمارہ:۸، نومبر ۱۹۴۰ء، ص:۲

۱۳۔ ایڈیٹر، "لکھاریاں اگے بینتی" (ایڈیٹر نوٹ)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۳۴، شمارہ:۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص:۷

۱۴۔ سدرشن، "گورونانک کوی دے رُوپ وچ" (مضمون)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۳۴، شمارہ:۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص:۵

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۵۔ مشتاق صوفی،"سائیں مار مشکیاں دی سواری" (نظم)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶۳، شمارہ:۱، اپریل ۱۹۷۱ء، ص:۷۶،۷۵
۱۶۔ ظفر اقبال،"غزل"، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶۴، شمارہ:۱، اپریل ۱۹۷۲ء، ص:۲۶
۱۷۔ زاہد کامران،"کلّا ایتھے مَیں!" (آزاد نظم)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶۴، شمارہ:۱، اپریل ۱۹۷۲ء، ص:۴۲
۱۸۔ سلیم شیخ (مترجم)،"ملاقات" (منی کہانی)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶۴، شمارہ:۱، مئی ۱۹۷۳ء، ص:۳۸
۱۹۔ گلزار بخاری،"قائد اعظم دی یاد وچ اک گیت"، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۶۷، شمارہ:۲، دسمبر ۱۹۷۶ء، ص:۱۳
۲۰۔ ناہید شاہد، ڈاکٹر،"احمد راہی دے گیت" (مضمون)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۸۹، واحد شمارہ، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص:۱۵۶
۲۱۔ شریف کنجاہی،"پکچر" (آزاد نظم)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۹۰، واحد شمارہ، ستمبر ۲۰۰۳ء، ص:۱۸۳
۲۲۔ محمد عباس نجمی،"شریف کنجاہی: شخصیت، فکر تے فن" (مضمون)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۹۰، واحد شمارہ، ۲۰۰۳ء، ص:۱۹۸
۲۳۔ نادر علی،"نجم حسین سیّد دی پنجابی ادب دی تنقید" (مضمون)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۹۱، واحد شمارہ، ۲۰۰۴ء، ص:۱۶۴
۲۴۔ عصمت اللہ زاہد، پروفیسر،"ڈاکٹر، عباس نجمی... اِک اُستاد" (مضمون)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۹۹، واحد شمارہ، ۲۰۱۲ء، ص:۲۵۱
۲۵۔ طارق زیدی، سیّد، ڈاکٹر،"عباس نجمی..." (مضمون)، مشمولہ: مجلہ "راوی" لاہور: جلد:۹۹، واحد شمارہ، ۲۰۱۲ء، ص:۲۵۲

تعلیمی اداروں اور تنظیموں کے رسائل و جرائد ادبی کہلاتے ہیں جن میں اداریہ، منظومات اور نثری تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ رسائل و جرائد کی معمول کی اشاعت سے ہٹ کر بعض اوقات ان کے خصوصی الگ شمارے، خصوصی نمبرز اور خصوصی گوشے بھی شائع کیے جاتے ہیں جو کسی ایک موضوع یا شخصیت کا احاطہ کرتے ہیں۔

اُردو میں خصوصی شمارہ جات کی اشاعت کی روایت کا آغاز "مخزن" کے دسمبر ۱۹۰۲ء کے "دربار نمبر" سے ہوا۔ اب تک کئی رسائل و جرائد کے ضخیم نمبرز اور گوشہ جات طبع ہو چکے ہیں جو اپنے طور پر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

رسالہ "راوی" گورنمنٹ کالج، لاہور کا ادبی رسالہ ہے جس کا آغاز ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ یہ رسالہ انگریزی، اُردو، ہندی، پنجابی فارسی رسم الخط اور گورمکھی میں تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ معمول کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اُردو، انگریزی اور پنجابی زبانوں میں اس کے کئی خاص شمارے اور گوشے بھی شائع ہوئے جو نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

رسالہ "راوی" کے پہلے پنتالیس شمارے عام معمول کے تھے جبکہ 46واں شمارہ خصوصی پنجابی نمبر تھا جو "مئی دی راوی" کے عنوان سے مئی ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ اہم بات یہ کہ یہ کسی بھی زبان میں سب سے پہلا خصوصی شمارہ تھا اور یہ بات پنجابی زبان و ادب کے لیے اعزاز سے کم نہیں۔ رسالہ "راوی" کے کل دس خصوصی شمارے اور پانچ گوشے مختلف ادوار میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس تحقیقی مقالے میں خصوصی نمبرز اور خاص گوشوں کا تحقیقی تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔